Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

Fatwa and Competence: An Analytical Study from Traditional Principles and Standards to the Current System of Iftaa

فتویٰ اور اہلیت: روایتی اصولوں اور معیارات سے موجودہ نظام افتاء تک کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Ashraf
MPhil Scholar, Faculty of Arts and Humanities, Department of Islamic Studies
Chaudhry Abdul Khaliq, Center for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS)
Superior University, Lahore, Punjab, Pakistan
Email: qariashrafrazaraza@gmail.com

Dr.Hafiz.M.Mudassar Shafique
Assistant professor, Faculty of Arts and Humanities, Department of Islamic Studies
Chaudhry Abdul Khaliq, Center for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS)
Superior University, Lahore, Punjab, Pakistan
Email: mudassaraarbi@gmail.com
Email: mudassar.shafique@superior.esu.pk

Abstract

Religious schools in the subcontinent have been carrying out the duty of promoting Islamic sciences and providing religious guidance to the Ummah for centuries. On the one hand, the schools preserved the sciences of the Quran and Sunnah and on the other hand, they provided guidance to Muslims in their collective and individual problems through jurisprudence and Ifta. In the present era, due to changing circumstances, modern scientific discoveries, economic and social changes, the need for reforms in the curriculum of the schools and their evolution in accordance with contemporary requirements is being felt. In this regard, the Mufti Courses of Madaris are an important practical effort, which aim to enable students to guide themselves in modern problems while continuing the tradition of Islamic jurisprudence. The curriculum of the Mufti courses consists mainly of authentic books of Hanafi jurisprudence, including books such as Hidayah, Radd-ul-Muhtar, Fatawa Alamgiri, Usul al-Shashi, and Nur al-Anwar. Studying them develops the ability of students to understand jurisprudential nuances, interpret texts and form an ijtihadist view on practical issues. In addition, the curriculum includes practice in writing fatwas so that students can directly form their opinions on real issues. At some points, modern jurisprudential discussions such as banking, usury, insurance, medical ethics and family law have also been included but the depth and breadth of these topics are still considered insufficient for contemporary requirements. In the modern era, where human society and technology are developing rapidly, the need for guidance from

OPEN ACCESS
CC BY

Sharia has increased even more. From this perspective, the positive aspects of the Mufti courses are that they firmly uphold the jurisprudential heritage, give students deductive skills, and provide practical training in writing fatwas.
Key words: Fatwa and Competence, Traditional Principles, Current System Of Iftaa, An Analytical Study

فتویٰ اسلامی قانون میں وہ شرعی رائے ہے جو کسی مستند عالم یا مفتی مخصوص مسئلے پر قرآن و سنت اور فقہی اصولوں کی روشنی میں دیتا ہے۔ اہلیتِ افتاء سے مراد وہ علمی اور اخلاقی صلاحیت ہے جو کسی شخص کو فتویٰ دینے کے قابل بناتی ہے۔ اسلامی علمی روایت میں اِفتاء کو ایک نہایت ذمہ دارانہ عمل سمجھا جاتا تھا اور اس کے لیے قرآن و حدیث کا گہرا فہم، اصولِ فقہ میں مہارت، فقہی مذاہب کا مطالعہ، عدالت و تقویٰ اور اجتہادی صلاحیت کو ضروری قرار دیا گیا۔ تاریخی طور پر مفتی کو علمی و روحانی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ معاشرتی رہنمائی کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور ان کی تقرری یا اجازت معتبر علماء کی توثیق کے بغیر نہیں ہوتی تھی۔ تاہم عصرِ حاضر میں نظامِ افتاء کو جزوی طور پر ادارہ جاتی شکل دے دی گئی ہے اور مدارس و جامعات میں باقاعدہ دارالافتاء قائم ہیں جہاں فقہ و اصولِ فقہ کی تعلیم کے بعد تخصص فی الفقہ اور افتاء کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔

فتوی کے لغوی معنٰی:

فتوی کا مادہ ہے "ف، ت، ی"۔ "فتوی" اور " فتیا" افتاء سے ماخوذ ہے۔ افتاء کے معنی کسی امر کو واضح کرنے کے ہیں "افتاہ الامر، ابانہ لہ"۔[1] " فتیا" تو "ف" کے پیش کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔ "فتوی" فاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ آتا ہے، مگر زبر کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور و مروج ہے اور اہل مدینہ کی لغت بھی یہی ہے۔ "الفتح فی الفتوی لاہل المدینۃ"[2]

علامہ زبیدی کا رجحان تو اس طرف ہے کہ " فتیا" ف کے پیش کے ساتھ ہونا چاہئے، اور " فتوی" کے زبر ساتھ ہی ہونا چاہئے۔[3] "فتوی" کا معنی ہے شرعی حکم، مفتی کا فیصلہ۔ صاحب مصباح نے لکھا ہے کہ: شرعی مسائل میں ماہر شریعت کا فیصلہ، مگر زیادہ صحیح فتوی کے لغوی معنٰی یہ ہے کہ کسی سوال کا جواب دینا، چاہے وہ سوال کسی شرعی حکم کے متعلق ہو یا نہ ہو، جیسے قرآن کریم میں ہے:

[1] ۔ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی، القاموس المحیط، مصر: مطبعہ میمنیہ، ص1702
[2] ۔ جمال الدین ابن الفضل محمد ابن منظور افریقی، لسان العرب، بیروت: دارالکتب العلمیہ، ص3347
[3] ۔ سید محمد مرتضیٰ الحسنی الزبیدی، تاج العروس، کویت: داراحیاء التراث العربی، 38/20

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

" يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِی سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ"[4]

اے یوسف! اے صدق مجسم! آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں۔

دوسری جگہ ہے:

"یٰۤاَ یُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِی فِیۤ اَمْرِیْ مَا کُنْتُ قَاطِعَةً اَمْراً حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ"[5]

اے اہل دربار! تم مجھ کو اس معاملہ میں رائے دو (کہ ہم کو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔

ان دونوں آیتوں میں یہ لفظ سوال کے جواب کے معنی میں مستعمل ہوا ہے احکام شرعی سے متعلق نہیں۔ قرآن مجید میں ''افتاء'' اور ''استفتاء'' کے الفاظ مجموعی طور پر گیارہ جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ اور حدیث کی نو مشہور کتب جن کی فہرست سازی ''المعجم المفھرس'' میں کی گئی ہے، میں بارہ مواقع پر "فتیا" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔[6]

فتوی کی اصطلاحی تعریف:

فتوی کا لغوی معنی تو کسی بھی سوال کے جواب دینے کا ہے، مگر اصطلاح میں شرعی سوال کے جواب کے لئے فتوی کا استعمال ہونے لگا۔ اور قرآن کریم میں بھی لفظ فتوی اس معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے

"یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَةِ "[7]

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے۔

دوسری جگہ ہے:

"یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ"[8]

لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں۔

[4] ۔ یوسف 46:12
[5] ۔ النمل 32:29
[6] ۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاوی، لاہور، زمزم پبلیشرز، 217/1
[7] ۔ النساء 176:4
[8] ۔ النساء 127:4

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

بعض اہل علم نے فتوی کی اس طرح تعریف کی ہے: علم فتوی وہ علم ہے جس میں جزئی واقعات کی بابت ماہر شریعت فقہاء سے صادر شدہ احکام مروی ہوں تاکہ آنے والے پست ہمت لوگوں کے لئے عمل سہل ہو۔

" قال فی مدنیۃ العلوم: ھو علم مروی فیہ الاحکام الصادرۃ عن الفقہاء فی الواقعات الجزئیۃ لیسھل الامر علی القاصرین من بعد ھم "۔[9]

فتوی کی اصطلاحی تعریف مختلف طریقے سے کی گئی ہیں۔علامہ قرافی فرماتے ہیں:

" الفتوی اخبار عن اللہ تبارک وتعالی فی الزام اوا باحۃ"۔[10]

یعنی اللہ تعالی کی طرف سے کسی امر کے لازم ہونے یا مباح ہونے کی خبر دینا فتوی ہے۔

علامہ بنانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"الاخبار بالحکم من غیر الزام"۔[11]

یعنی لازم قرار دیئے بغیر کسی حکم کی بابت خبر دینے کو فتوی کہتے ہیں۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ حکم کے بارے میں خبر دینے کا نام افتاء ہے۔

"الاان المفتی مخبر عن الحکم "۔[12]

ایک اور جگہ پر ہے:

"الاخبار بحکماللہ تعالی عنالو قائع بدلیل شرعی لمن سأل عنہ "۔[13]

پیش آمدہ واقعات کے بارے میں دریافت کرنے والے کو دلیل شرعی کے ذریعہ اللہ تعالی کے حکم کے بارے میں خبر دینے کو فتوی کہتے ہیں۔[14]

9 ۔ مولانا محمد حنیف گنگوہی، قرۃ العیون، انڈیا: حنیف بک ڈپو، سہارنپور، ص99

10 ۔ شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، کتاب الفروق، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 53/4

11 ۔ امام تاج الدین عبدالوہاب سُبکی شافعی، حاشیہ جمع الجوامع، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 397/2

12 ۔ سید محمد امین ابن عابدین شامی، الدر المختار مع الرد المختار، بیروت، دارالمعرفہ، 176/1

13 ۔ ڈاکٹر مفتی احمد خان، آداب افتاء تلخیص شرح عقود رسم المفتی، کراچی: مکتبہ عمر فاروق، ص25

14 ۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاوی، لاہور، زمزم پبلیشرز، 219/1

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

تاریخ فتاوی:

عدالت کے متعلق یہ (افتاء) ایک نہایت ضروری صیغہ ہے جو آغاز اسلام میں قائم ہوا اور جس کی مثال اسلام کے سوا اور کہیں پائی نہیں جاتی۔ قانون کے جو مقدم اصول ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر شخص کی نسبت یہ فرض کرنا چاہئے کہ قانون سے واقف ہے، یعنی مثلاً اگر کوئی شخص کوئی جرم کرے تو اس کا یہ عذر کام نہیں آسکتا کہ وہ اس فعل کا جرم ہونا نہیں جانتا تھا۔ یہ قاعدہ تمام دنیا میں مسلم ہے اور حال کے ترقی یافتہ ملکوں نے اس پر زیادہ زور دیا ہے۔ بلا شبہ یہ قاعدہ صحیح ہے، لیکن تعجب یہ ہے کہ اور قوموں نے اس کے لئے کسی قسم کی تدبیر اختیار نہیں کی۔ یورپ میں تعلیم اس قدر عام ہو چکی ہے، لیکن اس درجے کو نہیں پہنچ سکی اور نہ پہنچ سکتی ہے کہ ہر شخص قانون داں بن جائے، کوئی جاہل شخص قانون کا کوئی مسئلہ جاننا چاہے تو اس کے لئے کوئی تدبیر نہیں، لیکن اسلام میں اس کا ایک خاص محکمہ تھا جس کا نام ''افتاء'' تھا، اس کا یہ طریقہ تھا کہ نہایت لائق قانون داں یعنی ''فقہاء'' ہر جگہ موجود رہتے تھے اور جو شخص کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا ان سے دریافت کر سکتا تھا۔ ان پر فرض تھا کہ نہایت تحقیق کے ساتھ ان مسائل کو بتائیں، اس صورت میں گویا ہر شخص جب چاہے قانون کے مسائل سے واقف ہو سکتا تھا اور اس لئے کوئی شخص یہ عذر نہیں کر سکتا تھا کہ وہ قانون کے مسئلے سے ناواقف تھا، یہ طریقہ آغاز اسلام میں خود بخود پیدا ہوا اور اب تک قائم ہے۔[15]

ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی:

اس امت کے سب سے پہلے مفتی خود رسول الثقلین ﷺ کی ذات با برکت ہے اور یہ دولت آپ تک رب العزت کی طرف سے پہنچی۔ قرآن پاک میں افتاء کا لفظ خود رب العالمین کے لئے بھی مستعمل ہوا ہے جیسے { قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ } آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اس آیت میں افتاء کی نسبت خود رب العزت جل مجدہ کی طرف کی گئی ہے، جس سے اس منصب کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلامی قانون میں فتویٰ اس شرعی رائے کو کہا جاتا ہے جو کوئی مستند عالم یا مفتی کسی خاص مسئلے میں قرآن، سنت اور فقہی اصولوں کی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ اہلیتِ افتاء سے مراد وہ علمی و اخلاقی قابلیت ہے جو کسی شخص کو اس ذمہ داری کے قابل بناتی ہے کہ وہ دینی مسائل پر شرعی رائے دے سکے۔ اسلامی علمی روایت میں افتاء کو ہمیشہ ایک نہایت سنجیدہ اور ذمہ دارانہ عمل کے طور پر دیکھا گیا ہے، جس کے لیے قرآن و حدیث میں گہری بصیرت، اصولِ فقہ پر مہارت، مختلف فقہی مکاتبِ فکر کا علم، عدل و تقویٰ اور اجتہادی صلاحیت ضروری سمجھی جاتی تھی۔[16] تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صرف علمی شخصیت

[15] ۔ علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، کراچی: دار الاشاعت، ص 241
[16] ۔ مفتی محمد مرشد قاسمی، عون المغنی شرح عقود رسم المفتی، بنگلور: مکتبہ فقیہ النفس، ص 27

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

نہیں ہوتا تھا بلکہ اسے معاشرتی اور روحانی رہنمائی کا محور مانا جاتا تھا۔ ان کی تقرری ہمیشہ بااعتماد علماء کی اجازت اور توثیق سے ہوتی تھی۔ تاہم جدید دور میں نظامِ افتاء کو جزوی طور پر ادارہ جاتی شکل دے دی گئی ہے، اور اب مدارس و جامعات میں باقاعدہ دارالافتاء قائم ہیں جہاں فقہ و اصولِ فقہ کی تعلیم کے بعد تخصص فی الفقہ اور عملی تربیت دی جاتی ہے۔ ڈیجیٹل عہد میں آن لائن فتاویٰ، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور عوامی دباؤ نے اس روایت کے دائرے کو وسیع بھی کیا ہے اور کہیں کہیں اہلیت کے روایتی معیار کو چیلنج بھی کیا ہے۔ ایسے میں یہ سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں کہ کیا قدیم معیارِ اہلیت موجودہ پیچیدہ معاشرتی، اقتصادی اور قانونی مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی ہیں؟

کیا مدارس کا موجودہ نصاب ایسے مفتیان پیدا کر رہا ہے جو جدید دنیا کے علمی و عملی چیلنجز کا سامنا کر سکیں؟

اور کیا افتاء کے ادارے آج کی ضروریات کے مطابق شفافیت اور جواب دہی کے اصولوں پر پورا اترتے ہیں؟[17] اسلامی معاشرے میں فتویٰ ہمیشہ سے عوام اور افراد دونوں کی دینی و عملی زندگی کی رہنمائی کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے، تاہم موجودہ دور میں اسکے اجرا اور اہلیت کے بارے میں متعدد نئے سوالات جنم لے چکے ہیں۔ ماضی میں اصولِ افتاء کے تحت مفتی کے لیے علمی قابلیت، تقویٰ، قرآن و سنت میں گہری بصیرت اور اجتہادی صلاحیت کو بنیادی شرائط میں شمار کیا جاتا تھا۔ مگر آج کے دور میں مدارس کے نصاب، تدریسی طریقہ کار اور فقہی تخصصات کے حوالے سے یہ بحث جاری ہے کہ آیا یہ ادارے ایسے مفتیان تیار کر رہے ہیں جو جدید معاشرتی، قانونی، طبّی اور اقتصادی مسائل کو شرعی اصولوں کے مطابق حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اسی طرح، آن لائن فتاویٰ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے فروغ نے فتویٰ کے ادارے کو عوامی دباؤ اور بعض سطحی رجحانات کے زیرِ اثر کر دیا ہے، جس کے باعث کئی مواقع پر علمی گہرائی اور استناد پر سوالات اٹھنے لگے ہیں۔ اس کے ساتھ قانونی لائسنسنگ، سرکاری جواب دہی اور بین الاقوامی قانونی ہم آہنگی جیسے نئے چیلنجز بھی سامنے آئے ہیں جن پر مدارس کے موجودہ نظام میں خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔[18] ان تمام عوامل کے پیشِ نظر نظامِ افتاء کو ایک جامع تنقیدی نظرِ ثانی کی ضرورت ہے تاکہ اس بات کا جائزہ لیا جا سکے کہ روایتی معیارِ اہلیت آج کس حد تک برقرار ہیں، مدارس کے نظام میں کون سی علمی یا عملی کمزوریاں موجود ہیں، اور کن اصلاحات کے ذریعے افتاء کے ادارے کو زیادہ مؤثر، شفاف اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ بنایا جا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں فتویٰ کا ادارہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر شرعی رہنمائی فراہم کرنے کا بنیادی ستون ہے، اسی لیے اس کے معیارات اور اہلیت پر تحقیقی جائزہ لینا نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

[17] ۔ ڈاکٹر احمد محمد یوسف الدریوش، فتوی کے احکام وضوابط، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص 22

[18] ۔ ڈاکٹر احمد محمد یوسف الدریوش، فتوی کے احکام وضوابط، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص 23

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
December 02, 2025

ماضی میں فتویٰ صرف ان علماء کے دائرہ کار میں تھا جو قرآن و سنت کے عمیق فہم، فقہی اصولوں کی مہارت اور اجتہادی صلاحیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے تھے۔ مگر موجودہ دور میں معاشرتی، قانونی، سائنسی اور اقتصادی معاملات اتنے پیچیدہ ہو چکے ہیں کہ اب اس نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق پرکھنا ناگزیر ہے۔ اگر اہلیتِ افتاء کے روایتی معیار اور مدارس کے نظامِ افتاء کو موجودہ حالات کے لحاظ سے ازسرِنو جانچا نہ جائے تو یہ خدشہ رہتا ہے کہ عوام تک ایسے غیر متوازن یا متضاد فتاویٰ پہنچیں جو دینی کنفیوژن اور سماجی انتشار کا سبب بن سکتے ہیں۔[19] یہ موضوع غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ فتویٰ اسلامی معاشرے میں شریعت کی عملی تعبیر اور عوامی رہنمائی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ کسی معاشرے میں شرعی مسائل کا درست، متوازن اور قابلِ عمل حل اسی وقت ممکن ہے جب مفتی علمی و اخلاقی اعتبار سے مستحکم ہو اور روایتی و عصری دونوں معیاراتِ اہلیت پر پورا اترتا ہو۔ جدید دور میں سائنسی ترقی، سماجی پیچیدگیوں اور ٹیکنالوجی کی تیز رفتار پیش رفت نے ایسے بے شمار نئے مسائل کو جنم دیا ہے جن کے حل کے لیے صرف وہی عالم مؤثر ثابت ہو سکتا ہے جو قرآن و سنت کے عمیق فہم کے ساتھ ساتھ عصری علوم، قوانین اور سماجی حالات سے بھی گہری واقفیت رکھتا ہو۔ اس اہمیت میں مزید اضافہ اس وقت ہوتا ہے جب دیکھا جائے کہ آج فتاویٰ محض روایتی دارالافتاء تک محدود نہیں رہے بلکہ آن لائن پلیٹ فارمز اور سوشل میڈیا کے ذریعے براہِ راست عوام تک پہنچنے لگے ہیں۔ بدقسمتی سے بعض مواقع پر ایسے غیر مستند فتاویٰ بھی گردش کرتے ہیں جو علمی بنیادوں سے خالی ہوتے ہیں اور سماجی انتشار کا باعث بنتے ہیں۔[20] عصرِ حاضر میں فتویٰ کے ادارے کو جن نئے اور غیر معمولی چیلنجز کا سامنا ہے، وہ ماضی میں اس شدت کے ساتھ کبھی نہیں تھے۔ اگرچہ روایتاً اہلیتِ افتاء کے لیے قرآن و سنت کا گہرا فہم، اصولِ فقہ کی مہارت اور تقویٰ کو لازم سمجھا جاتا رہا ہے، تاہم آج کے پیچیدہ قانونی، سماجی اور عالمی حالات میں صرف یہی شرائط کافی نہیں رہیں۔ جدید دنیا کے ابھرتے ہوئے موضوعات جیسے بین الاقوامی تجارت، میڈیکل ایتھکس، خواتین کے حقوق، مالیاتی نظام اور ڈیجیٹل معیشت ایسے فتاویٰ کا تقاضا کرتے ہیں جو نہ صرف شریعت کے اصولوں پر استوار ہوں بلکہ عصری سائنسی و قانونی حقائق کو بھی مدِنظر رکھیں۔

فتویٰ کی ضرورت واہمیت:

فتویٰ کی تاریخ اُتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان خود ہے۔ ہر نبی اپنی اپنی امت کو ان کے شرعی سوالات کے جوابات دیتا رہا ہے۔ انبیاء کرام کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ پر اختتام پذیر ہوا تو فتویٰ کی ذمہ داری راسخ العلم افراد کے سپرد ہو گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[19] ۔ مولانا محمد سلمان سکھروی، فتویٰ اور اس کے اصول وضوابط، کراچی: مکتبہ العلوم، ص38

[20] ۔ ڈاکٹر احمد محمد یوسف الدریوش، فتوی کے احکام وضوابط، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص39

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

"وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلاَّ رِجَالاً نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ"[21]

اور (اے حبیبِ مکرّم!) ہم نے آپ سے پہلے (بھی) مردوں کو ہی (رسول بنا کر) بھیجا تھا ہم ان کی طرف وحی بھیجا کرتے تھے (لوگو!) تم اہلِ ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تم (خود) نہ جانتے ہو۔

ایک طرف عامۃ الناس کو اہل علم سے دریافت کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو دوسری طرف علماء کو علم کی بات چھپانے پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللَّهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[22]

جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی اور اس نے چھپائی تو قیامت کے روز اللہ تعالی اسے آگ کی لگام لگائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی سنن ترمذی میں یہ روایت چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یوں نقل کی گئی ہے:

"مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ"[23]

جس شخص سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے جاننے کے باوجود اسے چھپا لیا قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی زندگی میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دوسرے علاقوں میں بھیجا تو اس بات کا اہتمام کیا کہ وہاں جا کر وہ لوگوں کے شرعی مسائل کا حل کریں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا: جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہو گا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ آپ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں بھی نہ پاؤ؟ آپ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ سنت رسول ﷺ سے کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نہ پاؤ اور نہ ہی اللہ کی کتاب میں تو تب؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو. فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَدْرَهُ وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ"[24]

[21] ۔ الانبیاء، 7:21

[22] ۔ احمد بن حنبل، المسند، مصر: مؤسسۃ قرطب، 344/2، الرقم الحدیث 8514

[23] ۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، کتاب العلم عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی کتمان العلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 29/5، الرقم الحدیث 2649

[24] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، کتاب الأقضیۃ، باب اجتهاد الرأي في القضاء، کویت، دار احیاء التراث العربی، 303/3، الرقم الحدیث 3592

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ تو رسول ﷺ نے ان کے سینے کو تھپکا کر فرمایا: خدا کا شکر ہے جس نے رسول ﷺ کے بھیجے ہوئے شخص کو اس چیز کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو خوش کردے۔ اور آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ ذمہ داری سنبھالی تو ایک بڑی تعداد نے افتاء کے منصب پر اپنے فرائض سر انجام دیئے۔ علامہ ابن لقیم رحمہ اللہ "اعلام الموعین" میں لکھتے ہیں:

"وَالَّذِينَ حُفِظَتْ عَنْهُمْ الْفَتْوَى مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةٌ وَنَيِّفٌ وَثَلَاثُونَ نَفْسًا"[25]

رسول اللہ ﷺ کے جن اصحاب سے فتاوی منقول و محفوظ ہیں، ان کی تعداد ایک سو تیس (130) سے کچھ زائد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صدرِ اسلام سے لیکر دورِ حاضر تک فتویٰ رہنمائی کا ذریعہ ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اس لیے اہل علم و عرفان اور با عمل لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سمجھ کر اس ذمہ داری پر براجمان ہونا چاہیے۔

مفتی کے لیے علمی اور اخلاقی معیار:

1۔ علمی معیار

- **قرآن، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، قواعد فقہیہ اور مقاصدِ شریعت پر گہری نظر رکھتا ہو۔**

قرآن، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، قواعدِ فقہیہ اور مقاصدِ شریعت پر گہری نظر رکھنا کسی بھی مفتی کے لیے بنیادی اور ضروری معیار ہے، کیونکہ فتویٰ دراصل اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی ترجمانی ہوتی ہے، جو بغیر مضبوط علمی بنیاد کے ممکن نہیں۔ قرآن کریم شریعت کا اصل منبع ہے اور حدیث اس کی تشریح و توضیح اسی لیے مفتی کو دونوں کا دقیق فہم ہونا چاہیے۔ فقہ اور اصولِ فقہ کی معرفت اسے یہ سمجھاتی ہے کہ احکام کیسے اخذ کیے جاتے ہیں اور مختلف مسائل میں دلائل کا وزن کس طرح متعین کیا جاتا ہے۔ قواعد فقہیہ مسائل کے تنقیح و تطبیق میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں جبکہ مقاصدِ شریعت کی معرفت مفتی کو یہ بصیرت دیتی ہے کہ کسی حکم کے پیچھے شریعت کا اصل مقصد کیا ہے اور فتویٰ دیتے وقت ان مقاصد کو کیسے ملحوظ رکھا جائے۔ اس جامع علمی اہلیت کے بغیر نہ صحیح مسئلے کی تفہیم ممکن ہے اور نہ زمانے کے بدلتے حالات میں درست فتوے کی رہنمائی۔[26]

[25]۔ امام ابن القیم الجوزی، اعلام الموقعین عن رب العلمین، بیروت، دار الجیل، 12/1

[26]۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاوی، لاہور، زمزم پبلیشرز، 178/1

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
December 02, 2025

- **مجتہد نہ سہی مگر فقہاء کے فتاویٰ اور ان کی علتوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔**

اگرچہ مفتی کا مجتہد ہونا ضروری نہیں، لیکن اس میں یہ صلاحیت ضرور موجود ہونی چاہیے کہ وہ فقہاء کے فتاویٰ، ان کے دلائل اور ان کی بیان کردہ علتوں کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔ یہ قابلیت اس لیے اہم ہے کہ ہر فقہی حکم کے پیچھے کوئی نہ کوئی اصول، علت یا اجتہادی بنیاد ہوتی ہے، جسے سمجھے بغیر فتویٰ دینا محض اقوال کی نقل کے مترادف رہ جاتا ہے۔ علت کو سمجھنے سے مفتی کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات، نئے تقاضوں اور معاصر مسائل میں فقہی اقوال کا درست اطلاق کر سکے اور یہ جان سکے کہ کس صورت میں کسی حکم کا اطلاق برقرار رہے گا اور کس صورت میں علت کی تبدیلی یا فقدان حکم میں تبدیلی کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی فہم کے ذریعے مفتی روایتی فقہی ذخیرے کو موجودہ زمانے کے مسائل پر مؤثر طور پر منطبق کر سکتا ہے اور فتویٰ میں گہرائی، مضبوطی اور حکمت پیدا ہوتی ہے۔[27]

- **معتبر کتبِ فقہ، فتاویٰ اور جدید فقہی تحقیقات کا مطالعہ مسلسل جاری رکھے۔**

مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ معتبر کتبِ فقہ، فتاویٰ اور جدید فقہی تحقیقات کا مسلسل مطالعہ جاری رکھے، کیونکہ فقہ ایک زندہ اور ارتقائی علم ہے جو بدلتے حالات کے ساتھ نئے پہلو سامنے لاتا رہتا ہے۔ اگر ایک مفتی اپنی علمی معلومات کو تازہ نہ رکھے تو وہ صرف قدیم مسائل تک محدود ہو جائے گا اور معاصر دور کے پیچیدہ سوالات کا درست جواب دینے کی صلاحیت کھو بیٹھے گا۔ کلاسیکی فقہی ذخیرہ اسے مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے، جب کہ جدید فقہی تحقیقات اسے نئے معاشی، سماجی، قانونی اور سائنسی مسائل میں شرعی اصولوں کے اطلاق کا طریقہ سکھاتی ہیں۔ اس مسلسل علمی مشغولیت کے ذریعے مفتی نہ صرف اپنے فتاویٰ میں مضبوط دلائل اور بصیرت پیدا کرتا ہے بلکہ امت کی رہنمائی بھی ایسے انداز میں کر سکتا ہے جو روایتی فقہ کی روح اور جدید زمانے کی ضروریات دونوں کے مطابق ہو۔[28]

- **معاصر مسائل اور جدید قانونی، معاشی، طبّی اور سماجی علوم سے بھی واقف ہو تاکہ درست فتوے کی راہ متعین ہو سکے۔**

معاصر مسائل اور جدید قانونی، معاشی، طبّی اور سماجی علوم سے واقفیت ایک مفتی کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ آج کے دور میں پیش آنے والے مسائل صرف روایتی فقہی صورتوں تک محدود نہیں رہے، بلکہ وہ جدید سائنسی ترقی، اجتماعی نظاموں اور عالمی قانونی ڈھانچوں سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اگر مفتی ان جدید علوم کا کم از کم بنیادی

[27] ۔ ایضاً:، 180/1

[28] ۔ ایضاً:، 180/1

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
December 02, 2025

ادراک نہ رکھے تو وہ کسی مسئلے کی حقیقت، اس کے محرکات اور عملی اثرات کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے گا، جس کے نتیجے میں فتویٰ یا تو غیر مؤثر ہوگا یا حالات کے مطابق نہ ہوگا۔ جدید علوم سے واقفیت مفتی کو یہ صلاحیت دیتی ہے کہ وہ مسئلے کی صحیح تصویر (تصویرِ مسئلہ) سامنے رکھ کر شریعت کے اصولوں کو اس پر درست اور معتدل انداز سے منطبق کرے۔ یوں فتویٰ نہ صرف شرعی دلائل کے مطابق ہوتا ہے بلکہ عملی طور پر نافذ اور معاشرتی لحاظ سے قابل قبول بھی بنتا ہے۔[29]

2۔ عملی معیار

- **فتویٰ دینے میں جلد بازی نہ کرے، مسئلے کی تحقیق، تنقیح اور پوری تصویر سمجھ کر جواب دے۔**

فتویٰ دینے میں جلد بازی سے بچنا مفتی کی علمی دیانت اور ذمہ داری کی علامت ہے، کیونکہ فتویٰ محض ایک جواب نہیں بلکہ شریعت کی طرف سے رہنمائی کا اعلان ہوتا ہے۔ اگر مسئلے کو سمجھے بغیر فیصلہ دے دیا جائے تو اس سے نہ صرف غلط فہمی پیدا ہوتی ہے بلکہ شریعت کی غلط ترجمانی کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی لیے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ ہر سوال کی مکمل تحقیق کرے، متعلقہ پہلوؤں کی تنقیح کرے اور صورتِ مسئلہ کی پوری تصویر واضح کرنے کے بعد ہی حکم بیان کرے۔ بعض اوقات سوال کرنے والے کی نیت، اس کے حالات، پس منظر، اور مسئلے کے عملی نتائج جاننا بھی فتویٰ کے لیے ضروری ہوتا ہے؛ اس لیے مفتی کا اچھی طرح استفسار کرنا اور معلومات پوری کرنا حکمت اور بصیرت کا تقاضا ہے۔ جب فتویٰ تحقیق اور تدبر کے ساتھ دیا جاتا ہے تو وہ نہ صرف ادلہ شرعیہ کے مطابق ہوتا ہے بلکہ اس کے اثرات بھی درست اور فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔[30]

- **سوال کرنے والے کی نیت، حالات، اور ضروریات کی نوعیت کو واضح کر کے جواب مرتب کرے۔**

سوال کرنے والے کی نیت، اس کے حالات اور ضروریات کی نوعیت کو واضح کر کے جواب دینا ایک مفتی کی ذمہ داری کا بنیادی حصہ ہے، کیونکہ بہت سے شرعی احکام کا تعلق محض الفاظ سے نہیں بلکہ حالات وقرائن سے بھی ہوتا ہے۔ بسا اوقات دو افراد ایک ہی سوال پوچھتے ہیں لیکن ان کی نیت، ماحول، دینی سطح یا عملی مجبوریوں کا فرق ان کے حکم میں تبدیلی کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لیے مفتی کا یہ عمل نہایت حکمت کا متقاضی ہے کہ وہ جواب دینے سے پہلے یہ سمجھے کہ سوال کرنے والا اصل میں کیا چاہتا ہے،

[29]۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاوی، لاہور، زمزم پبلیشرز، 181/1

[30]۔ ڈاکٹر احمد محمد یوسف الدریوش، فتوی کے احکام وضوابط، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص125

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

اس کے حالات کیا ہیں، اور فتویٰ اس کی زندگی میں کس طرح اثر انداز ہو گا۔ اس وضاحت کے بغیر فتویٰ یا تو غیر مؤثر ہوتا ہے یا غلط اطلاق کا باعث بنتا ہے۔ جب مفتی واضح تصویر سامنے رکھ کر فتویٰ دیتا ہے تو اس میں نہ صرف شرعی استقامت ہوتی ہے بلکہ خیر خواہی، آسانی اور انسانی ضرورتوں کا صحیح لحاظ بھی ملحوظ رہتا ہے۔[31]

- **فتویٰ دلائل کے ساتھ ہو، صرف نقل پر اکتفا نہ کرے۔**

فتویٰ کا محض کسی سابقہ قول یا عبارت کی نقل پر مبنی ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ دلیل اور استدلال کا ہونا ضروری ہے تاکہ فتویٰ شریعت کی روح اور علمی اصولوں کے مطابق ثابت ہو سکے۔ صرف نقل کرنے سے فتویٰ جامد اور غیر تحقیقی بن جاتا ہے، جبکہ دلیل کے ساتھ فتویٰ دینے سے مسئلے کی حقیقت، حکم کی بنیاد اور اس کے پس منظر کی حکمت واضح ہوتی ہے۔ دلیل سے مراد یہ ہے کہ مفتی قرآن، سنت، اجماع، قیاس، قواعدِ فقہیہ یا معتبر فقہی اصولوں میں سے کسی بنیاد پر اپنا حکم واضح کرے اور یہ بتائے کہ اس حکم کا فقہی ماخذ کیا ہے۔ اس سے نہ صرف فتویٰ مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے بلکہ سوال کرنے والا بھی علمی طور پر مطمئن ہوتا ہے اور اسے فتوے کے پیچھے شریعت کی منطق سمجھ میں آتی ہے۔ یہی طریقہ اہلِ علم کی میراث بھی ہے کہ وہ فتووں میں تحقیق، استدلال اور بصیرت کا طریقہ اختیار کرتے تھے، محض نقل پر انحصار نہیں کرتے تھے۔[32]

- **اگر کسی مسئلے میں عدمِ علم ہو تو بلا جھجک "لا أدري" کہہ دے، یہی دیانت ہے۔**

اگر کسی مسئلے میں علم نہ ہو تو بلا جھجک "لا أدري" کہنا مفتی کی دیانت، تقویٰ اور علمی ذمہ داری کا واضح ثبوت ہے۔ شریعت میں فتویٰ دینا ایک نہایت سنجیدہ امانت ہے، اور ایسے معاملے میں اندازے، گمان یا بے بنیاد رائے پیش کرنا نہ صرف گمراہی کا سبب بنتا ہے بلکہ شریعت کی غلط ترجمانی بھی شمار ہوتا ہے۔ اس لیے جب مفتی کسی مسئلے کے بارے میں یقینی علم نہ رکھتا ہو یا اس پر تحقیق مکمل نہ ہو تو "لا أدري" کہہ دینا دراصل اس کی اخلاقی پختگی، علمی احتیاط اور خوفِ خدا کی علامت ہے۔ قدیم فقہا اور ائمہ کرام کی سیرت میں یہ بات نمایاں ملتی ہے کہ وہ متعدد مسائل میں "لا أعلم" کہنے کو باعثِ عار نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اسے علم کی بلندی قرار دیتے تھے۔ چنانچہ یہی رویہ مفتی کو غلط فتوے کے نقصان سے بچاتا ہے اور اس کے فتاویٰ کو معتبر، محتاط اور شرعی اصولوں کے مطابق بناتا ہے۔[33]

- **اپنے مکتبِ فکر کی حدود کے اندر رہے، مگر اختلافی مسائل میں وسعتِ نظر رکھے۔**

[31] ۔ ایضاً:، ص125

[32] ۔ ڈاکٹر احمد محمد یوسف الدریوش، فتوی کے احکام وضوابط، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص126

[33] ۔ ایضاً: ص128

OPEN ACCESS
CC BY

مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مکتبِ فکر کی حدود میں رہتے ہوئے فتویٰ دے، تاکہ اس کی رائے شریعت اور فقہی روایت کے دائرہ کار میں مستحکم اور معتبر رہے۔ تاہم، اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ اختلافی مسائل میں سخت یا تنگ نظری اختیار کرے۔ اختلافی مسائل میں وسعتِ نظر رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ مفتی دوسرے مکاتبِ فکر کے دلائل، اجتہادی نتائج اور موجودہ شرعی آراء کو بھی سمجھے اور ان کا احترام کرے۔ اس سے نہ صرف فتویٰ میں اعتدال پیدا ہوتا ہے بلکہ امت کے مختلف گروہوں کے درمیان اختلافات کم کرنے اور فہم و اصلاح کی راہ ہموار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ وسعتِ نظر رکھنے والا مفتی یہ سمجھتا ہے کہ حقیقت کی تلاش میں اختلاف رحمت ہے اور شرعی اصولوں کی روشنی میں ہر مسئلے کا جائز اور قابلِ عمل حل ممکن ہے، جس سے فتویٰ نہ صرف علمی اعتبار سے مضبوط ہوتا ہے بلکہ عملی اور معاشرتی طور پر بھی مؤثر رہتا ہے۔[34]

- **اگر مسئلہ عدالت، حکومت یا ماہرینِ فن کی معاونت کا تقاضا کرے تو ماہرین سے رجوع کرے۔**

اگر کسی مسئلے میں عدالت، حکومت یا ماہرینِ فن کی معاونت ضروری ہو، تو مفتی کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ براہِ راست فتویٰ دینے کی بجائے متعلقہ ماہرین سے رجوع کرے۔ بعض مسائل، جیسے قانونی، مالی، طبّی یا تکنیکی امور، ایسے پہلو رکھتے ہیں جنہیں صرف فقہی علم سے مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ اس صورت میں ماہرین کی رائے سے مدد لینا شرعی اور عملی دونوں لحاظ سے درست اقدام ہے، کیونکہ یہ فتویٰ کو حقیقت کے قریب اور قابلِ عمل بناتا ہے۔ مفتی کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ حکم دے بلکہ یہ بھی ہے کہ فتویٰ درست اور مستند ہو، اور اس کے اثرات معاشرتی، قانونی اور عملی اعتبار سے محفوظ رہیں۔ اس رجوع سے نہ صرف فتویٰ کی قوت اور صداقت بڑھتی ہے بلکہ سوال کرنے والے کو بھی ایک قابلِ اعتماد اور حقیقت پر مبنی جواب ملتا ہے، جو شرعی اور دنیاوی دونوں پہلوؤں کو مدِ نظر رکھتا ہو۔[35]

3۔ اخلاقی معیار

- **کردار میں تقویٰ، خوفِ خدا، دیانت، اور صدق نمایاں ہو۔**

[34]۔ ایضاً:، ص129

[35]۔ ڈاکٹر احمد محمد یوسف الدریوش، فتوی کے احکام وضوابط، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، ص130

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

مفتی کے کردار میں تقویٰ، خوفِ خدا، دیانت اور صدق کی نمایاں موجودگی اس کے فتوے کی اصل طاقت اور اعتبار کا محور ہے۔ تقویٰ مفتی کو ہر معاملے میں شرعی حدود کی پابندی کرنے کی ہدایت دیتا ہے، جبکہ خوفِ خدا اس کی نیت کو صاف اور فتویٰ دینے میں غلطی سے بچانے والا محافظ بنتا ہے۔ دیانت اور صدق اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ مفتی کسی ذاتی مفاد، لالچ یا سیاسی دباؤ کے تحت فتویٰ نہ دے اور سوال کرنے والے کے حق میں خیر خواہی اور سچائی کو مقدم رکھے۔ ایک ایسا مفتی جس کے کردار میں یہ صفات موجود ہوں، اس کے فتوے نہ صرف علمی اعتبار سے مضبوط ہوتے ہیں بلکہ معاشرتی اور اخلاقی طور پر بھی قابلِ اعتماد قرار پاتے ہیں، کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ اس کا حکم حق اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے۔[36]

- **شہرت، سیاسی وابستگی، مالی لالچ یا گروہی مقاصد کے تحت فتویٰ نہ دے۔**

مفتی کے لیے لازم ہے کہ وہ فتویٰ دیتے وقت اپنی شہرت، سیاسی وابستگی، مالی لالچ یا کسی گروہی مفاد کے اثر میں نہ آئے۔ فتویٰ ایک امانت ہے جو براہِ راست شریعت، علم اور اخلاق پر مبنی ہوتا ہے، نہ کہ ذاتی مفاد یا سماجی دباؤ پر۔ اگر مفتی کسی بیرونی اثر، لالچ یا گروہی توقعات کے تحت فتویٰ دے تو اس کا حکم غیر منصفانہ، غیر مستند اور شرعی اصولوں کے منافی ہو سکتا ہے، جس سے امت میں غلط فہمی، انتشار یا معاشرتی نقصان پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی لیے مفتی کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنا فتویٰ صرف حق، علم اور اللہ کی رضا کی نیت سے دے، تاکہ اس کا حکم معتبر، صاف اور ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد ہو۔[37]

- **سوال کرنے والے کے ساتھ نرمی، احترام اور خیر خواہی سے پیش آئے۔**

مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سوال کرنے والے کے ساتھ نرمی، احترام اور خیر خواہی کے ساتھ پیش آئے۔ سوال کرنے والا اکثر دینی، اخلاقی یا عملی مشکلات میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کی رہنمائی کی توقع رکھتا ہے، اس لیے سخت رویہ، طنز یا عدم تحمل فتویٰ کے مقصد کو متاثر کر سکتا ہے۔ نرمی اور احترام سے گفتگو کرنے سے سوال کرنے والے میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے مسائل کھل کر بیان کر پاتا ہے، جس سے مفتی فتویٰ کی درستگی اور افادیت بڑھا سکتا ہے۔ خیر خواہی کا عنصر یہ یقینی بناتا ہے کہ مفتی کا مقصد صرف حکم دینا نہیں بلکہ سوال کرنے والے کی اصلاح، آسانی اور دینی شعور کی ترقی بھی ہو، تاکہ فتویٰ عملی زندگی میں فائدہ مند اور شریعت کے مطابق ثابت ہو۔[38]

[36] ۔ ایضاً:، ص78
[37] ۔ ایضاً:، ص80
[38] ۔ ایضاً:، ص81

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
December 02, 2025

- **فتویٰ کے نتائج واثرات کو مد نظر رکھے:ایسا فتویٰ نہ دے جو فساد، انتشار یا ظلم کا سبب بن جائے۔**

فتویٰ دینا ایک انتہائی حساس اور ذمہ داری بھرا عمل ہے کیونکہ اس کے نتائج اور اثرات براہِ راست معاشرتی امن، انصاف اور قانون کی پاسداری پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ایک عالم دین یا مفتی کو چاہیے کہ وہ فتویٰ صادر کرنے سے قبل مکمل طور پر حقائق، حالات اور ممکنہ نتائج کا جائزہ لے۔اگر فتویٰ غیر محتاط یا غیر مدبرانہ انداز میں دیا جائے تو یہ نہ صرف افراد کے حقوق کی پامالی کا سبب بن سکتا ہے بلکہ معاشرتی فساد، انتشار یا ظلم کو بھی جنم دے سکتا ہے۔اس لیے فتویٰ دینے والے کا اصل مقصد دین کے اصولوں کی صحیح رہنمائی فراہم کرنا، عدل وانصاف قائم رکھنا اور معاشرتی سکون و ہم آہنگی کو فروغ دینا ہونا چاہیے، نہ کہ کسی ذاتی یا جذباتی بنیاد پر فیصلے کو عوام کے لیے نقصان دہ بنانا۔[39]

- **رازداری کا اہتمام کرے۔لوگوں کے ذاتی مسائل کو ظاہر نہ کرے۔**

فتویٰ دینے والا مفتی یا عالم دین اپنی ذمہ داری کے دائرے میں رازداری کو انتہائی اہمیت دے۔اسے چاہیے کہ لوگوں کے ذاتی، خاندانی یا مالی مسائل کو کسی بھی صورت میں افشانہ کرے، چاہے وہ سماجی دباؤ، ذاتی دلچسپی یا تجسس کی وجہ سے کیوں نہ ہو۔رازداری کا احترام نہ صرف اعتماد قائم رکھتا ہے بلکہ فتویٰ طلب کرنے والے افراد کو بلا خوف اپنے مسائل بیان کرنے کی آزادی بھی دیتا ہے۔اس عمل سے معاشرت میں احترام، امانت اور اعتماد کے اصول مضبوط ہوتے ہیں اور مذہبی رہنمائی کا مقصد صحیح معنوں میں حاصل ہوتا ہے۔[40]

- **فتویٰ میں لے دے یا ہتک آمیز گفتگو سے اجتناب کرے۔**

فتویٰ دیتے وقت مفتی یا عالم دین کو چاہیے کہ وہ اپنی گفتگو میں مکمل احتیاط برتے اور ہر قسم کی لے دے، طنز یا ہتک آمیز باتوں سے گریز کرے۔فتویٰ کا مقصد رہنمائی اور راہنمائی فراہم کرنا ہوتا ہے، نہ کہ کسی کی توہین یا ذاتی حملے کا ذریعہ بننا۔غیر مہذب یا جارحانہ انداز نہ صرف فتویٰ طلب کرنے والے کے لیے تکلیف دہ ہو سکتا ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں اختلاف اور انتشار بھی پیدا کر سکتا ہے۔اس لیے فتویٰ پیش کرتے وقت اخلاقی نزاکت، احترام اور شائستگی کا خاص خیال رکھنا لازم ہے۔[41]

- **اختلاف رکھنے والے مفتیان یا مکاتبِ فکر کے بارے میں زبان اور انداز میں اعتدال برتے۔**

[39]۔ مفتی ابوالحسن فضیل رضا قادری عطاری، فتاویٰ نویسی کا تعارفی جائزہ، کراچی: مکتبہ حسان، ص82

[40]۔ ایضاً:،،ص83

[41]۔ ایضاً:،،ص83

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
December 02, 2025

فتویٰ دیتے وقت مفتی کو چاہیے کہ وہ اختلاف رکھنے والے دیگر مفتیان یا مکاتبِ فکر کے بارے میں زبان اور انداز میں اعتدال اختیار کرے۔ اختلاف رائے اسلام میں ایک فطری اور جائز عمل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اختلاف رکھنے والوں کی توہین یا ان کے موقف کو حقیر سمجھا جائے۔ شائستہ اور معتدل گفتگو سے نہ صرف علمی احترام قائم رہتا ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی بھی برقرار رہتی ہے۔ اعتدال پسندی سے فتویٰ دینے والا اپنے موقف کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے مکاتب فکر کے جذبات اور موقف کا بھی احترام کرتا ہے، جو دین اور معاشرت دونوں کے لیے مفید ہے۔[42]

4۔ سماجی اور دعوتی معیار

- **سوال کرنے والے کو صرف حکم نہ بتائے، بلکہ اس کی حکمت اور اخلاقی و سماجی پہلو بھی سمجھائے۔**

فتویٰ دیتے وقت صرف حکم صادر کرنا کافی نہیں، بلکہ سوال کرنے والے کو اس حکم کی حکمت، اس کے اخلاقی اور سماجی پہلوؤں سے بھی آگاہ کرنا ضروری ہے۔ اس سے نہ صرف فتویٰ طلب کرنے والا اپنے عمل کے مقصد اور اس کے اثرات کو بہتر طور پر سمجھتا ہے بلکہ دین کے اصولوں کی عملی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ حکمت کے ساتھ رہنمائی کرنے سے فرد میں شعور، احتیاط اور معاشرتی ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے، اور فتویٰ محض ایک قانونی یا شرعی حکم نہیں رہتا بلکہ ایک تعلیمی اور تربیتی ذریعہ بن جاتا ہے جو معاشرت میں نیکی، عدل اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔

- معاشرے میں دینی شعور اور اعتدال کی ترویج میں اپنا کردار ادا کرے۔[43]

فتویٰ دینے والا مفتی یا عالم دین معاشرت میں دینی شعور اور اعتدال کے فروغ میں ایک فعال کردار ادا کرتا ہے۔ اس کا مقصد صرف شرعی مسائل کے جوابات دینا نہیں بلکہ لوگوں کو دین کی اصل روح، اخلاقی اقدار اور اعتدال پسندی کے پیغام سے روشناس کرانا بھی ہے۔ معتدل اور باہمی احترام پر مبنی رہنمائی سے معاشرت میں افراط و تفریط سے بچاؤ ممکن ہوتا ہے اور لوگ دین کو زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال کے ساتھ اپنانے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس طرح، مفتی کا کردار نہ صرف مذہبی رہنمائی تک محدود رہتا ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی، شعور اور اخلاقی تربیت کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔[44]

[42] ۔ ایضاً:، ص84

[43] ۔ مفتی محمد قاسم عطاری، آداب مفتی، لاہور: دار السلام پبلیشرز، ص55

[44] ۔ ایضاً:، ص56

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

- **فتوے کو معاشرتی سہولت اور انسانی ضرورتوں سے ہم آہنگ رکھے، بشرطیکہ شرعی نصوص کی خلاف ورزی نہ ہو۔**

فتویٰ دیتے وقت مفتی یا عالم دین کو چاہیے کہ وہ اپنے احکام کو معاشرتی سہولت اور انسانی ضروریات کے مطابق ڈھالے، تاکہ لوگ ان پر عمل کرنے میں آسانی محسوس کریں اور دین کے تقاضوں کو روزمرہ زندگی میں نافذ کر سکیں۔ تاہم، اس عمل میں کبھی بھی شرعی نصوص کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ دین کے اصول بنیادی اور غیر متغیر ہیں۔ ایسے متوازن فتویٰ سے نہ صرف شرعی احکام کی پاسداری ممکن ہوتی ہے بلکہ معاشرتی مسائل کے حل میں بھی مدد ملتی ہے، اور لوگ دین کو ایک عملی، سہل اور انسانی رویوں سے ہم آہنگ نظام کے طور پر اپنانے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔[45]

- **عوام کی اصلاح اور اخلاقی تربیت کو اپنا مقصد بنائے، نہ کہ صرف قانونی حکم بتانا۔**

فتویٰ دینے والے مفتی یا عالم دین کا اصل مقصد صرف قانونی حکم صادر کرنا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ عوام کی اصلاح اور ان کی اخلاقی تربیت کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ اس کے ذریعے افراد نہ صرف شرعی قواعد سے واقف ہوتے ہیں بلکہ اپنی زندگی میں نیکی، عدل، صبر اور اعتدال جیسے اخلاقی اصول بھی اپنانے لگتے ہیں۔ فتویٰ ایک رہنمائی کا ذریعہ بنتا ہے جو لوگوں کے اعمال اور رویوں کو بہتر بنانے میں مدد دیتا ہے، اور معاشرتی سطح پر حسنِ سلوک، ہم آہنگی اور اسلامی اخلاق کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔[46]

5۔ شخصی آداب

- لباس، نشست و برخاست اور گفتگو میں وقار اور سادگی ہو۔

فتویٰ دیتے وقت مفتی یا عالم دین کی شخصیت اور رویہ بھی پیغام رسانی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے لباس، نشست و برخاست اور گفتگو میں وقار اور سادگی اختیار کرے۔ سادہ اور باوقار انداز نہ صرف لوگوں میں اعتماد اور احترام پیدا کرتا ہے بلکہ فتویٰ طلب کرنے والوں کے لیے مثال بھی قائم کرتا ہے۔ یہ رویہ دین کی روح کے مطابق عاجزی، اخلاق اور اعتدال کی عملی تصویر پیش کرتا ہے، جس سے معاشرت میں شائستگی اور اسلامی اخلاق کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔[47]

- **غصہ، تعصب اور سختی سے اجتناب کرے۔**

[45]۔ ایضاً:، ص58
[46]۔ ایضاً: ص60
[47]۔ مفتی محمد قاسم عطاری، فتاویٰ نویسی لکھنے کے رہنما اصول، کراچی: مجلس افتاء، دعوت اسلامی، ص80

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

فتویٰ دیتے وقت مفتی یا عالم دین کو چاہیے کہ وہ ہر قسم کے غصہ، تعصب اور سخت رویے سے اجتناب کرے۔ صبر، تحمل اور معتدل رویہ اختیار کرنے سے نہ صرف فتویٰ طلب کرنے والے کو سکون ملتا ہے بلکہ گفتگو کا مقصد بھی واضح اور مؤثر رہتا ہے۔ غصہ یا تعصب کی حالت میں دیا گیا فتویٰ غلط فہمی، خوف یا انتشار پیدا کر سکتا ہے، اس لیے ہر حکم اور رہنمائی میں اخلاقی اعتدال، شفقت اور عدل کو مقدم رکھنا لازم ہے تاکہ دین کی حقیقی تعلیمات عوام تک صحیح اور پرامن انداز میں پہنچ سکیں۔[48]

- **وقت کی پابندی اور معاملات میں راست بازی رکھے۔**

فتویٰ دیتے وقت مفتی یا عالم دین کو چاہیے کہ وہ وقت کی پابندی اور معاملات میں راست بازی کو ہمیشہ مقدم رکھے۔ مقررہ وقت پر دستیابی اور شفاف رویہ اعتماد قائم کرتا ہے اور فتویٰ طلب کرنے والوں کو یہ یقین دلاتا ہے کہ ان کے مسائل کو سنجیدگی اور ایمانداری کے ساتھ حل کیا جا رہا ہے۔ وقت کی پابندی اور سچائی کے ساتھ فتویٰ پیش کرنے سے نہ صرف فرد کے ساتھ عدل و انصاف قائم رہتا ہے بلکہ معاشرت میں بھی شفافیت، اعتماد اور اسلامی اخلاق کی عملی تصویر پیش ہوتی ہے۔[49]

- **اپنی ذاتی زندگی میں سنتِ نبوی ﷺ کا نمونہ پیش کرے، کیونکہ مفتی کا کردار اس کے فتویٰ پر اثرانداز ہوتا ہے۔**

فتویٰ دینے والا مفتی یا عالم دین اپنی ذاتی زندگی میں سنتِ نبوی ﷺ کی عملی نمونہ پیش کرے کیونکہ اس کا کردار اور رویہ اس کے فتویٰ کی اثر پذیری پر براہِ راست اثر ڈالتا ہے۔ اگر مفتی اپنی زندگی میں اخلاق، تقویٰ، اعتدال اور شائستگی کے اصول اپنائے تو لوگ اس کے فتویٰ کو زیادہ سنجیدگی اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ذاتی عمل اور کردار میں نبی کریم ﷺ کی پیروی فتویٰ کی صداقت اور رہنمائی کی افادیت کو بڑھاتی ہے، اور عوام کے لیے ایک عملی مثال قائم کرتی ہے کہ دین کے اصول کس طرح زندگی میں نافذ کیے جا سکتے ہیں۔[50]

روایتی اصولِ افتاء اور معیارِ اہلیت کا تاریخی و علمی جائزہ:

آج کل فتویٰ دینے کا جو طریقہ ہمارے ہاں رائج ہے، وہ صرف جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی صراحت کر دینے کا نام ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کا اسلوب افتاء اس سے مختلف تھا۔ اگرچہ آپ ﷺ کا قول بذات خود حجت تھا۔ مگر آپ پیش آمدہ مشکلات کے حل کی وضاحت اور اس کی علت بھی بتا دیتے تھے۔ اس حوالہ سے شیخ محمد شفیق

[48] ۔ ایضاً: ص 81

[49] ۔ ایضاً:، ص 83

[50] ۔ ایضاً: ص 84

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

العانی فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے جو فتاویٰ اپنی زندگی میں صادر فرمائے۔ وہ جامع ترین احکام پر مشتمل تھے اور مسائل کے استنباط کے سلسلے میں سرچشمہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ [51] نبی کریم کے بعد صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین کا عہد فتویٰ نویسی کے حوالے سے اہم ہے۔ صحابہ کرام کے دور میں کئی جدید مسائل سامنے آئے جن پر غور و خوض کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس دور میں قرآن و سنت کے علاوہ اجماع اور قیاس کا اضافہ ہوا اور اجماع کو منظم شکل دی گئی اور رائے کے استعمال کے لیے فقہی قواعد واصول منضبط ہوئے۔ اس دور میں فتوؤں کے حوالے سے صحابہ کرام میں اختلاف بھی رونما ہوا۔ علماء نے صحابہ کرام کے اختلافات کے درج ذیل اسباب بیان فرمائے ہیں۔

1۔ قرآن کریم کو سمجھنے میں اختلاف
2۔ حدیث کی لاعلمی کی وجہ سے اختلاف
3۔ حدیث کے قبول کرنے میں اختلاف
4۔ رائے کی وجہ سے اختلاف

صحابہ کرام میں چار طرح کے لوگ تھے۔

پہلا طبقہ: صحابہ کرام کا پہلا طبقہ وہ ہے جن سے بہت زیادہ فقہی مسائل منسوب ہیں۔ یہ حضرات خلفاء راشدین ہیں۔

دوسرا طبقہ: یہ طبقہ متخصصین کا ہے۔ اس طبقہ کو فقہی حوالے سے بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔

تیسرا طبقہ: یہ طبقہ مکثرین کا ہے یعنی جن سے بہت زیادہ اجتہادات اور فتاویٰ منقول ہیں۔

چوتھا طبقہ: یہ طبقہ مقلین کا ہے۔ ان لوگوں سے بہت کم فتاویٰ منقول ہیں۔ [52]

[51]۔ محمد شفیق العانی، الفقہ الاسلامی، بیروت: مطبع البیان العربی، ص6

[52]۔ محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ص43

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

اس دور میں استنباط صرف ان فتووں تک محدود تھا جو وہ لوگ دیتے تھے۔ جن سے کسی واقعہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ مسائل کے اثبات اور ان کے جوابات میں بہت زیادہ پاؤں نہیں پھیلاتے تھے۔ بلکہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور جب تک کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو جاتا اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ البتہ جب مسئلہ پیدا ہو جاتا تھا تو اس کے لیے استنباط حکم میں اجتہاد کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کبارِ صحابہ سے جو فتوی منقول ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اسی طرح وقت کے ساتھ یہ معاملہ ترقی کرتا چلا گیا ہے اور سلطنتِ عثمانیہ کے زیر سایہ ایک جامع فقہی کتاب مرتب کی گئی جس کا نام ''مجلۃ الأحکام العدلیہ'' رکھا گیا۔ سلطنت عثمانیہ نے اسے ملکی قانون کے طور پر رائج کر دیا۔ اس کتاب میں تمام فقہاء کے فقہی افکار سے استفادہ کیا گیا۔ اس کا آغاز 1856ء میں ہوا اور 1876ء میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ اس کتاب کو سولہ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور جملہ فقہی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی، یہ سلطنتِ عثمانیہ کا پہلا مدون قانون تھا جو فقہ اسلامی سے بالعموم اور فقہ حنفی سے بالخصوص ماخوذ تھا۔[53] اس کام کے بہت دور رس نتائج بر آمد ہوئے اور فقہ اسلامی ایک جدید دور میں داخل ہو گئی۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو ''مجلۃ الأحکام العدلیہ'' پوری سلطنتِ عثمانیہ کی حدود مشرقی یورپ کے کئی ممالک، ترکی، وسط ایشیاء کا کچھ حصہ، عراق، شام، فلسطین، لبنان، الجزائر، لیبیا، تیونس اور جزیرہ عرب کے بعض علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ گویا 1876ء سے لے کر 1925ء تک کا زمانہ ''مجلۃ الأحکام العدلیہ'' کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔[54] انگریز کے نو آبادیاتی نظام نے عرب ممالک کو فقہی قانون سازی پر توجہ دلائی؛ چنانچہ استاد عبدالقادر عودہ نے ''التشریع الجنائی الاسلامی'' نامی کتاب لکھی۔ اسی طرح استاد مصطفی احمد زرقا نے بھی ایک زبردست کام کیا۔ انہوں نے الموسوعۃ الفقہیہ'' نام کا فقہی انسائیکلوپیڈیا تیار کیا، جسے پینتالیس جلدوں میں کویت کے وزارتِ اوقاف نے شائع کیا۔ یہ کام چالیس سال کی محنت کے بعد مرتب ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ''اسلامی فقہ اکیڈمی'' انڈیا سے شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرز کا ایک موسوعہ مصر نے بھی شائع کیا ہے جو دس جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اگرچہ ''مجلۃ الأحکام العدلیہ'' کا اثر کم ہو گیا؛ مگر ''فتاویٰ عالمگیری'' کے بعد اس جیسا منظم کام دوبارہ نہیں ہوا۔[55] برصغیر میں فتویٰ نویسی کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری کے بعد شروع ہوا۔ جب اس براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو فتووں کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ جگہ جگہ مساجد و مدارس قائم ہوئے اور علماءِ کرام نے باقاعدہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ مسلمانوں سے غیر مسلموں نے بھی استفسارات کیے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے استفسارات کا حال

[53]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات فقہ، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ص 521

[54]۔ ایضاً:،، ص 521

[55]۔ ایضاً: ص 521

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
December 02, 2025

بزرگ بن شہریار کی کتاب ''عجائب الہند'' سے معلوم ہوتا ہے۔ ہندو پاک کے مسلمان بادشاہوں کو فقہ اسلامی سے خاص دلچسپی تھی۔ سلطان محمود غزنوی زبردست فقیہ تھے۔ انھوں نے ''التفرید فی الفروع'' نامی کتاب لکھی جس میں فتاویٰ اور فقہی مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ظہیر الدین بابر نے بھی اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی۔[56] ان مسلمان بادشاہوں نے درج ذیل کتبِ فتاوی میں خصوصی دلچسپی لی:

1. فتاویٰ فیروز شاہی
2. فتاویٰ ابراہیم شاہی
3. فتاویٰ اکبر شاہی
4. فتاویٰ عادل شاہی
5. فتاویٰ تاتار خانی
6. فتاویٰ عالمگیری

فتاویٰ عالمگیری کو ان سب میں زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب اصلاً عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ بعد میں عالمگیر نے مولانا عبداللہ رومی سے اس کا فارسی ترجمہ کروایا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا امیر علی لکھنوی نے ''فتاویٰ ہندیہ'' کے نام سے کیا۔[57] ان فتاویٰ کی اہم بات یہ ہے کہ یہ فتاویٰ ایک آزاد ریاست میں اجتماعی مفادات اور ملکی قانون کے طور پر مرتب کیے گئے تھے۔ اس کے بعد برصغیر میں انگریزوں کے تسلط نے مسلم پرسنل لا کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں نجی فتووں کی بنیادیں بھی مضبوط ہوئیں۔

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''نجی فتووں کے زیادہ تر مجموعے اس وقت نظر آتے ہیں جب مسلمان دورِ غلامی میں داخل ہوئے؛ چنانچہ 1857ء سے کچھ قبل اور بعد میں مختلف زبانوں میں عموماً اور اردو زبان میں خصوصاً اس قسم کے مجموعوں کا پتہ چلتا ہے۔[58] برصغیر ہندوپاک میں جو فتاویٰ مرتب ہوئے وہ اکثر حنفی علماء کے ہیں، اگرچہ جنوبی ہندوستان میں اس حوالے سے

[56] ۔ سید نوشہ علی، مسلمانان ہندوپاکستان کی تاریخ تعلیم، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ص174

[57] ۔ ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ)، فروری 1998ء۔ ص94

[58] ۔ ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ)، فروری 1998ء۔ ص94

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

شافعی علماء کا بھی کام موجود ہے؛ مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے قرآن وحدیث اور فقہی کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے عثمانی سلطنت کا زوال مغرب کے عسکری و سیاسی غلبے اور نو آبادیاتی دور کے آغاز کے ساتھ ہوا۔ اس دوران برصغیر اور دیگر کئی ممالک نو آبادیاتی نظام کے زیر تسلط آئے۔ سامراجی طاقتوں نے ان ممالک میں اپنے ملک کے قوانین پبلک لا کے طور پر رائج کیے؛ تاہم ذاتی زندگی میں مسلمان پرسنل لاء کی پابندی کرتے رہے۔ اس طرح کم از کم عائلی زندگی کی حد تک ان کا تعلق اسلامی قانون سے قائم رہا، یہ کام اس دور کے مفتیان نے سرانجام دیا۔ بیسویں صدی کے نصف آخر میں نو آبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوا اور مسلم ممالک نے آزادی کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ملکی قوانین کا جائزہ لیں۔ اس حوالے سے درج ذیل ادارے وجود میں آئے:

1. اسلامی نظریاتی کونسل (پاکستان)
2. ادارہ تحقیقات اسلامی (پاکستان)
3. ہیأۃ کبار العلماء (سعودی عرب)
4. المجمع الفقہ الاسلامی (سعودی عرب)
5. اسلامک فقہ اکیڈمی (ہندوستان)
6. ادارہ مباحث فقہیہ (جمعیۃ علماء ہند)
7. امارت شرعیہ پھلواری شریف (ہندوستان)
8. مجمع البحوث الاسلامیہ (مصر)
9. مجمع الفقہ الاسلامی (جنوبی امریکہ)

ان اداروں کے علاوہ بھی کئی دیگر ادارے اس پر کام کر رہے ہیں اور جدید مسائل کے حوالے سے ان کے اجتماعی فتاویٰ یعنی قرار دادیں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان اداروں کے باوجود نجی سطح کے فتاویٰ بھی اب دینی مدارس کے تحت لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہیں جو عدالتی نظام میں کسی حد تک قابل قبول ہیں۔ مگر عملی طور پر عدالتی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
December 02, 2025

نظام میں ان کا بہت زیادہ کردار نہیں ہے،اس کے باوجود لوگ ان نجی فتاویٰ پر بہت اعتماد کرتے ہیں۔دور حاضر میں فتویٰ نویسی کے حوالے سے علماء کو کئی جدید چیلنجز کا سامنا ہے۔[59]

فتویٰ دینے کی عملی تربیت:

حضرت شیخ ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ علوم دینیہ کے طلبہ کو فرماتے تھے کہ کامیابی کے لیے دو چیزیں بنیادی ہیں،اگر آپ اپنے اندر یہ دو چیزیں پیدا کرلیں گے تو اس دور میں بھی آپ کے قدر دان پیدا ہو سکتے ہیں:

1۔اخلاص:اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حسن نیت کے ساتھ علمِ دین حاصل کرنا۔
2۔اختصاص:کسی فن میں خاص مہارت اور بصیرت پیدا کرنا۔

اگر کوئی دورہ حدیث کے بعد خود کو کافی وشافی سمجھ کر تحصیلِ علم (خواہ دینی ہو یا عصری) سے خود کو مستغنی سمجھنا بے وقوفی ہے،اور کسی فن میں تخصص کر کے مہارت پیدا کرنا ضروری ہے۔یوں تو آج کل کئی علوم وفنون میں تخصصات کرائے جاتے ہیں،لیکن زیادہ مشہور "تخصص فی الافتاء" یا "تخصص فی الفقہ" ہے۔تخصص فی الافتاء میں تین بنیادی چیزیں شامل ہوتی ہیں:

1۔ تمرینِ افتاء
2۔ مطالعہ
3۔ تدریس

اسی ترتیب کے ساتھ یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے سے زیادہ اہم ہیں،چنانچہ سب سے اہم چیز تمرینِ افتاء ہے،اس کے بعد مطالعہ اور پھر تدریس۔

تمرینِ افتاء:

تمرینِ افتاء پر سب سے زیادہ توجہ دینا ضروری ہے،لیکن اس سے پہلے اصولِ افتاء،آداب فتویٰ نویسی (زبان،اسلوب،املاء اور رموز واوقاف وغیرہ) اور تخریج (یا عارضی تمرین) نہایت ضروری ہے۔اصولِ افتاء اور آداب فتویٰ نویسی عموماً اساتذہ پڑھاتے ہیں،اس لیے انہیں سمجھ کر ان کی مشق کریں۔جہاں تک تخریج کی بات ہے تو تمرینِ

[59]۔ سید نوشہ علی،مسلمانان ہندوپاکستان کی تاریخ تعلیم،کراچی:قدیمی کتب خانہ،ص 179

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

افتاء سے پہلے کچھ عرصے تک کچھ اصولی اور فروعی سوالات کے جوابات مقالہ نگاری کے اصولوں کے تحت لکھے، قواعدِ افتاء کے التزام کے ساتھ جواب میں مذکور آعلام اور فقہی کتب کا مختصر تعارف اور حاشیہ نگاری کے جدید طریقے کا التزام کیا جائے۔ یا تخریج کے بجائے کسی مشکل فتاوی (مثلاً امداد الفتاوی) کے چند منتخب سوالات اور جوابات کو طلبہ سے اپنے الفاظ میں لکھوایا جائے اور ہر جواب کے لیے کم از کم پانچ مراجع اصلیہ مع عربی عبارات دیے جائیں۔ لیکن عارضی تمرین کے ساتھ چند تفاسیر، احادیث کی کتب، اصولِ فقہ اور فقہ کی کتب کا مختصر تعارف بھی لکھوایا جائے۔ ہر ساتھی اپنے پاس ایک ہفتہ واری جدول تیار کریں، جس میں ہر ہفتہ کے آخر میں مکمل شدہ اور زیر تکمیل فتاوی کے عنوانات درج کرے۔[60]

موجودہ دور میں نظام افتاء کو علمی و عملی چیلینجز:

موجودہ دور میں نظام افتاء اسلامی معاشرے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، تاہم جدید تقاضے اور پیچیدہ معاشرتی، اقتصادی، اور ٹیکنالوجیکل حالات اس کے لیے کئی علمی اور عملی چیلنجز پیدا کر رہے ہیں۔ ان چیلنجز درج ذیل ہیں:

علمی چیلنجز:

- بینکنگ، انشورنس، ڈیجیٹل کرپٹو کرنسی، ماحولیاتی تبدیلی، بایو ٹیکنالوجی اور جینیاتی تحقیق جیسے جدید موضوعات پر فقہ کا اطلاق مشکل ہے۔
- روایتی فقہ کی بنیادیں جدید دور کے تکنیکی اور معاشی پیچیدگیوں کو پوری طرح کور نہیں کر پاتیں۔
- زیادہ تر مفتیانِ کرام کلاسیکی فقہ اور نصوص پر مہارت رکھتے ہیں، مگر جدید معاشرتی علوم، معیشت، سائنس اور قانون کا جامع ادراک کم ہے۔
- بعض حالات میں جدید مسائل پر اجتہاد کی ضرورت ہے، مگر اس کے لیے وسیع علمی اور عملی تربیت ضروری ہے، جو ہر مفتی یا ادارے کے پاس موجود نہیں۔
- جدید تحقیق، ڈیجیٹل لائبریری، اور بین الاقوامی فقہی مواد تک رسائی کم مفتیانِ کرام کے لیے ایک رکاوٹ ہے۔

عملی چیلنجز :

1. معاشرتی عدم مساوات، غربت، بے روزگاری اور مالیاتی پیچیدگیاں ایسے مسائل پیدا کرتی ہیں جو صرف فقہی نصوص سے حل کرنا مشکل ہے۔

[60] ۔ مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری، آداب فتاوی نویسی، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ص112

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
December 02, 2025

2. عوام اور میڈیا کے ذریعے مفتیانِ کرام پر دباؤ پڑتا ہے کہ وہ فوری اور آسان جوابات دیں، جو بعض اوقات علمی بنیاد پر مکمل نہیں ہوتے۔

3. بعض فتویٰ ملکی قوانین یا بین الاقوامی معاہدات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے، جس سے عملی نفاذ میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔

4. انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر فوری فتویٰ شائع کرنا، غیر معیاری یا غیر مستند جوابات کے خطرے کو بڑھاتا ہے۔

5. آن لائن فتوے کی ذمہ داری اور ان کے اثرات کا عملی جائزہ مشکل ہے۔

6. متعدد ادارے اور مفتیانِ کرام مختلف طریقوں سے فتوے جاری کرتے ہیں، جس سے یکسانیت اور معیار میں کمی آجاتی ہے۔

موجودہ دور میں نظامِ افتاء کو علمی چیلنجز (جدید مسائل کی فقہی سمجھ، اجتہادی صلاحیت، علمی وسائل تک رسائی) اور عملی چیلنجز (معاشرتی پیچیدگی، عوامی دباؤ، قانونی ہم آہنگی اور آن لائن فتوے) کا سامنا ہے۔ ان چیلنجز کا مؤثر حل مفتیانِ کرام کی جدید علمی تربیت، ادارہ جاتی مضبوطی، اور فقہ و معاشرت کے جامع امتزاج کے ذریعے ممکن ہے۔

روایتی اہلیت اور موجودہ عمل کے درمیان فرق:

روایتی اسلامی علمی روایت میں مفتی کی اہلیت صرف چند نصابی کتب کے مطالعے کا نام نہیں تھی، بلکہ علمی بصیرت، فقہی مہارت، روحانی تربیت، سماجی فہم اور اعلیٰ کردار کا ایک جامع امتزاج سمجھی جاتی تھی۔ قدیم ادوار کے مفتیان نہ صرف نصوص کے گہرے فہم کے حامل ہوتے تھے بلکہ معاشرتی حالات، انسانی نفسیات اور اختلافی آراء کے توازن کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ موجودہ دور میں اگرچہ مدارس نے فتویٰ نویسی کا باقاعدہ نظام قائم کر لیا ہے، لیکن عملی تربیت، اخلاقی تشکیل اور سماجی آگاہی کے وہ معیار کمزور پڑ گئے ہیں جن پر پہلے غیر معمولی توجہ ہوتی تھی۔ یہی فرق روایتی اہلیت اور موجودہ عمل کے درمیان ایک واضح خلا پیدا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں فتویٰ کا مجموعی اثر، گہرائی اور سماجی افادیت بھی متاثر ہوتی ہے۔

- روایتی دور میں مفتی بننے کے لیے گہری فقہی بصیرت، اصول فقہ پر عبور، اور عملی اجتہادی صلاحیت بنیادی شرط تھی، جبکہ آج اکثر مدارس میں صرف نصابی کتب کی تکمیل کو اہلیت سمجھ لیا جاتا ہے۔
- روایتی ادوار میں مفتی کی تربیت میں اخلاق، تہذیب، معاشرتی بصیرت، اور روحانی تربیت شامل ہوتی تھی۔ موجودہ نظام میں یہ پہلو نسبتاً کمزور ہیں اور تربیت زیادہ تر نظریاتی رہ گئی ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

- پہلے نوآموز طالب علم سینئر فقہاء کے ساتھ رہ کر فتویٰ دیتے، دیکھتے، سیکھتے اور عملی تجربہ حاصل کرتے تھے۔آج عملی مشق محدود، رسمی یا اکثر غیر موجود ہوتی ہے۔
- روایتی مفتیان معاشرتی حالات، قبائلی مزاج، سماجی رویوں اور لوگوں کے مسائل کی گہری سمجھ رکھتے تھے۔موجودہ دور میں بہت سے مفتیان عمومی سماجی یا نفسیاتی پہلوؤں سے کم واقف ہوتے ہیں۔
- روایتی معیار میں مفتی کے کردار، تقویٰ، اخلاق اور ذاتی زندگی کی پاکیزگی کو بنیادی اہلیت سمجھا جاتا تھا۔آج علمی سرٹیفکیٹ کردار اور تقویٰ پر غالب آجاتا ہے۔
- پہلے فتویٰ ایک تربیتی عمل تھا، جس میں حکم کے ساتھ اس کی حکمت، اخلاقی پہلو اور معاشرتی اثرات بھی بیان کیے جاتے تھے۔موجودہ عمل میں اکثر صرف "حکم" بتا کر بات ختم کر دی جاتی ہے۔
- قدیم فقہاء اختلاف رکھنے والوں کی رائے کا احترام کرتے تھے۔آج بعض جگہ تعصب یا شدت پسندی دیکھنے میں آتی ہے جس سے علمی ماحول متاثر ہوتا ہے۔
- پہلے مفتی اصولوں کی روشنی میں نئے مسائل کا حل نکالتا تھا۔موجودہ دور میں اکثر نصوص کی سطحی نقل کافی سمجھ لی جاتی ہے، جس سے اجتہادی صلاحیت کمزور ہوتی ہے۔
- روایتی دور میں فتویٰ انتہائی احتیاط سے، عواقب کو دیکھ کر دیا جاتا تھا۔آج بعض اوقات جلد بازی یا سوشل میڈیا کے دباؤ میں فتویٰ جاری کیا جاتا ہے۔
- روایتی مفتی کا مقصد معاشرتی اصلاح ہوتا تھا، جبکہ جدید عمل میں فتویٰ صرف قانونی جواب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔[61]

روایتی اصول اور موجودہ طرزِ عمل کے درمیان فرق اور مماثلت:

فتویٰ دینا اسلامی فقہ میں ایک مرکزی فریضہ ہے، اور وقت کے ساتھ اس کے اصول اور عملی طرزِ عمل میں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔روایتی اصول اور موجودہ طرزِ عمل کے درمیان فرق اور مماثلت درج ذیل ہیں:

علمی اور فکری پہلو:

پہلو	روایتی اصول	موجودہ طرزِ عمل	مماثلت

[61] مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری، آداب فتاویٰ نویسی، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ص25

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

علم کی بنیاد	کلاسیکی فقہ، اصول فقہ، حدیث و قرآن پر عبور	کلاسیکی فقہ کے ساتھ جدید علوم: معیشت، قانون، سائنس اور ٹیکنالوجی	دونوں میں نصوص کی سمجھ اور فقہی اجتہاد کی اہمیت برقرار ہے
اجتہاد	محدود اور مقامی مسائل تک	جدید اور پیچیدہ مسائل کے لیے اجتہاد ضروری	اجتہاد ہر دور میں فتویٰ دینے کی بنیادی شرط ہے
تحقیقی طریقہ	کتابی مطالعہ اور استاد سے تعلیم	جدید تحقیقاتی مواد، ڈیجیٹل وسائل، اور بین الاقوامی مراجع	دونوں میں علمی تحقیق اور دلیل پر توجہ

عملی اور سماجی پہلو:

پہلو	روایتی اصول	موجودہ طرزِ عمل	مماثلت
سماجی اثرات	مقامی معاشرت تک محدود	سماجی، اقتصادی اور عالمی اثرات کا ادراک ضروری	دونوں میں فتویٰ کے اثرات کی ذمہ داری اہم
عوامی توقعات	محدود، زیادہ تر ذاتی یا مقامی رہنمائی	میڈیا، آن لائن پلیٹ فارم اور فوری جواب کی توقع	دونوں میں عوام کی رہنمائی بنیادی مقصد
قانونی ہم آہنگی	غیر ضروری یا کم اہم	ملکی اور بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ہم آہنگی ضروری	فتویٰ دینا قانونی اور سماجی اصولوں کے مطابق ہونا چاہیے

اخلاقی اور شخصی پہلو:

پہلو	روایتی اصول	موجودہ طرزِ عمل	مماثلت
تقویٰ اور دیانت	سب سے زیادہ اہم	اب بھی اہم مگر علمی و عملی مہارت کے ساتھ	تقویٰ اور دیانت ہر دور میں شرط ہے

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 4 (October-December 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: December 02, 2025

جوابدہی	کمی محسوس ہوتی تھی	شفافیت اور جوابدہی لازمی	دونوں میں فتویٰ دینے والے کی ذمہ داری برقرار ہے

موجودہ طرزِ عمل میں جدید معاشرتی، اقتصادی، قانونی اور ٹیکنالوجیکل مسائل کا ادراک ضروری ہے، جبکہ روایتی اصول زیادہ نصوصی، مقامی اور کلاسیکی علمی بنیاد پر مرکوز تھے۔ دونوں میں اجتہاد، نصوص کی صحیح سمجھ، تقویٰ اور دیانتداری، اور عوام کی رہنمائی کی ذمہ داری برقرار ہے۔

حاصل کلام:

- روایتی اصولوں میں فتویٰ دینے والے کی تقویٰ، دیانت اور عملی کردار کو اہمیت دی گئی ہے۔
- صرف علمِ کلام یا نصوص کی معلومات کافی نہیں، بلکہ فقیہ کا معاشرتی شعور اور مسائل کی سمجھ بھی ضروری ہے۔
- روایتی مدارس میں فتویٰ طلب کرنے والے کی ذاتی اور معاشرتی حالت کو سمجھ کر فتویٰ صادر کرنے پر زور دیا گیا۔
- اہلیت کا تقاضا یہ ہے کہ مفتی شرعی نصوص کو صحیح فہم اور تناظر کے ساتھ بیان کرے۔
- روایتی نظام میں فتویٰ دینے والے کی تربیت میں اخلاق، صبر، اور اعتدال پسندی شامل تھی۔
- موجودہ مدارس کے نظامِ افتاء میں علمی تربیت کو جدید تقاضوں کے مطابق اپ گریڈ کرنے کی ضرورت ہے۔
- بعض جدید مدارس میں فتویٰ دینے والوں کی عملی تربیت کمزور ہے، جس کی وجہ سے عوام میں فتویٰ کے اثرات محدود رہتے ہیں۔
- روایتی اصولوں میں اختلاف رکھنے والے مکاتب فکر کے احترام اور اعتدال پسندی کو اہمیت دی گئی۔
- موجودہ نظام میں بعض اوقات فتویٰ سیاسی یا سماجی دباؤ کے تحت دیا جاتا ہے، جو اہلیت کے معیار کے خلاف ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY